THE COLLAPSE OF THE OTTOMAN EMPIRE - IN THE LIGHT OF HISTORY

سلطنت عثمانیہ کا انہدام۔ تاریخ کی روشنی میں

Hafiz Muhammad Ahsan Raza, Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, Govt. College Universty, Faisalabad. ahsan.raza62@yahoo.com , https://orcid.org/0000-0002-5590-6438
Muhammad Hamid Raza, Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, Govt. College Universty, Faisalabad. Drhamidraza@yahoo.com., https://orcid.org/0000-0002-2645-4372

ABSTRACT:*"The Ottoman Empire is a brilliant duration and milestone in Islamic history. This era comprises near about six centuries (1299-1908). The first Kaliph was Usman Artaghral while last Sultan Al Hameed. The empire was kaliphate have Turkey on the central point on the head office, the centre of Muslim world great achievements were contributed by the Muslims. It was also centre of power and the non-Muslim powers could not ignore this status nor underestimate it. But they feel it as a great danger for them. So many tactics were adopted but in vain and at the end the big Jew financer with the help of British government of that time succeeded to make conspiracy against the Ottoman Empire and as a result, the Caliphate went to fall in the shape of a severe tragedy for Muslim Ummah. The article basically addresses the same issues critically and analytically. "*

KEYWORDS: *Ottoman Empire, Islamic History, Milestone, Great achievement of Ottoman Empire, Jews tactics & conspiracy, British Empire*

اہل علم و دانش کے لیے تاریخ عالم بالخصوص اسلامی تاریخ و سلطنت کا موضوع ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہے۔ اس موضوع کا مطالعہ ہی قرطاس پر عروج و زوال کے اَن مٹ نقوش ثبت کرتا رہا ہے۔ دولتِ عثمانیہ بھی دولت روما کی طرح تیرھویں صدی عیسوی کے اواخر سے بیسویں صدی عیسوی کے اوائل تک منشائے شہود پر پورے کرّوفر کے ساتھ قائم رہی۔

سلطنت کا تعارف اور موسیسن سلطنت اور اس عظیم سلطنت کا جغرافیہ نیز اس سلطنت کے بالخصوص زوال کے واقعات اس مقالے کا اصل ہدف ہیں۔ درج ذیل سطور میں اس کا اجمالاً تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

دولتِ عثمانیہ کا قیام:

عثمانیوں کا تعلق ایک ترکمانی قبیلہ سے تھا۔ جو ساتویں صدی ہجری بمطابق تیرھویں صدی عیسوی کو کردستان میں آباد تھا۔ ان کا پیشہ جانور چرانا تھا۔ چنگیز خان کی قیادت میں جب منگولیوں نے عراق اور ایشیا کوچک کے مشرقی علاقوں پر حملے کیے تو عثمان کا دادا سلیمان ہجرت کرکے اناضول کے علاقوں میں سکونت پذیر ہوا۔ ۱۲۳۰ء میں جب سلیمان فوت ہوا تو اپنے درمیانے بیٹے ارطغرل کو اپنا جانشین بنا دیا۔ ارطغرل کی نقل و حرکت اناضول سے شمال مغرب کی طرف مسلسل بڑھتی رہی۔ ارطغرل جو سلجوقی سلطنت کی وسعت کا ذریعہ بنا اس نے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور رومیوں کے خلاف ارطغرل سلجوقی حکومت کا حلیف بن گیا۔ ارطغرل کی زندگی تک سلجوقیوں سے محبت کا تعلق باقی رہا۔ ۱۲۹۹ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عثمان کو اپنا نائب مقرر کیا۔ [1]

ہلاکو خان کی قیادت میں منگولیوں نے عباسی خلافت کے دارالحکومت بغداد پر حملہ کیا تو تاریخ کا رُخ سرخ و تند و تیز آندھیوں کی طرف مڑ گیا اور یوں انسانیت قتل و غارت کا شکار ہو گی۔ سوائے یہودیوں اور نصرانیوں کے جنہوں نے ان کی پناہ لی تھی۔ اس خون ریزی کے بعد اس سلطنت عثمانیہ کا موسس عثمان بن ارطغرل کو بنا دیا گیا۔ آغاز میں یہ ایک چھوٹی جاگیر تھی جو اناطولیہ کے ماتحت تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۲۹۹ء میں تاتاری حملے کے نتیجے میں آخری سلجوقی تاج دار علاالدین کے مارے جانے کے بعد عثمانی حکومت کا جھنڈا روئے زمین پر ظہور پذیر ہوا۔ دولت عثمانیہ کے قیام کے بعد مشرقی رومی سلطنت اور ترک ریاستوں کی باہم معرکہ آرائی چلتی رہی اور یوں ایک صدی میں یہ جاگیر ریاست و سلطنت کی شکل اختیار کر گئی۔ فتوحات کا سلسلہ رفتہ رفتہ جاری رہا۔ تین صدیوں میں یہ سلطنت ایشیاء سے یورپ اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی۔ اس وسیع و عریض سلطنت میں کم و بیش چھتیس یا سینتیس بادشاہ گزرے۔ یوں سلطنت نے چھ سو پچیس (۶۲۵) سال تک روئے زمین پر حکومت کی اور اسلامی ریاست کا یورپ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہونا تاریخ عالم میں عظیم کارنامے کے مترادف تھا۔ دو سو سال تک طول و عرض کی یہ وسعت چلتی رہی۔

دولتِ عثمانیہ کی جغرافیائی حدود:

دولتِ عثمانیہ ایک جانب مشرقی یورپ اور دوسری طرف مشرقی وسطیٰ سے شمالی افریقہ تک انتیس (۲۹) صوبوں کی صورت میں قائم رہی۔ اس عظیم سلطنت کو بھی نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑا۔ فتوحات کے حوالے سے سلطنت عظمیٰ ۱۲۹۹ء سے ۱۴۵۳ء تک حتیٰ کہ ۱۶۸۳ء تک وسعت کی منازل پر سرگرم رہی۔ اس عروج کے سفر کے بعد سقوط و انہدام کا دور سلطنت کا مقدر بنا۔ اور ۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۸ء تک عظیم سلطنت ناپاک عزائم اور سازشوں کا شکار ہو گئی۔ اور ۱۹۲۲ء میں عظمتِ رفتہ کی کشتی منجھ دار کے بھنور میں پھنس کر اضمحلال ہو گئی۔

زوال کے حوالے سے اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اسپین سے جلاوطنی کے بعد مسلمانوں کی کیفیت روبہ زوال کی طرف دھکیل دی گئی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ جب ترک سلاطین نے قسطنطنیہ پر اپنا مرکز قائم کیا تو مسلمانوں بالخصوص ترکوں کی حالت زار مستحکم ہونا شروع ہو گئی۔ جس سے اتحادی و استعماری طاقتیں خائف ہو رہی تھیں۔ چنانچہ یہ استحکام ان طاقتوں کے لیے آہنی دیوار تھا۔ لہٰذا ان بیرونی و استعماری طاقتوں نے مختلف طرق اور حربوں کے ذریعے اس عظیم سلطنت کے جسم میں قطع اعضاء کا آغاز کر دیا۔ یہ تمام استعماری و سازشی طاقتیں جو مملکت عثمانیہ کو مرد بیمار کی تصویر میں ڈھال چکی تھیں۔ ان کے مذموم مقاصد میں دولتِ عظمیٰ کے غروب ہونے سے قبل وراثت کی تقسیم ہو جائے اور مغرب بالخصوص یہود طاقتور شہزادے کی حیثیت سے حکومت کر سکے۔

دولتِ عثمانیہ کے خلاف صلیبی گٹھ جوڑ:

شاہ ہنگری سجِمونڈ اور پوپ نہم بونیفارس دولتِ عثمانیہ کے خلاف صلیبی یورپی و یہودی اتحاد کی تبلیغ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ اتحاد سب سے بڑا اتحاد تھا جس کا چودھویں صدی عیسوی میں دولت عثمانیہ کو سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ اس اتحاد میں جرمنی، برطانیہ، فرانس اور دیگر علاقے شامل تھے۔ اس اتحاد میں سب اتحادیوں نے سامان حرب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۲ لاکھ جنگجو دولتِ عثمانیہ کے برسرپیکار کھڑے تھے۔[۲] جن کا تعلق دوسرے ممالک سے تھا۔

دولتِ عثمانیہ میں فرانس کا کردار:

فرانس نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ۱۶ ویں صدی سے ۱۸ ویں صدی تک دولتِ عثمانیہ سے گہرے مراسم بنا لیے تھے۔ فرانس کی نظر سامان اعظم کی سلطنت پر تھی جو کہ بحر روم تک پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ عثمانی خلفاء اسپین اور آسٹریا کے خطرے کا البحر کی طاقت سے مشترکہ مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔[۳] دولت عثمانیہ سے دوستی کی آڑ میں فرانس تمام مغربی ممالک کے مقابلے میں بحر روم پر اپنی سبقت کا خواہاں تھا۔ کیونکہ استعماری عزائم کا حصول سلطنت کے جغرافیائی ہیئت سے مستفید ہوئے بغیر ناممکن تھا۔ چنانچہ ۱۵۳۵ء میں فرانس کو دولت عثمانیہ میں معاشی و معاشرتی مراعات سے نوازا گیا۔ رفتہ رفتہ اس پیش رفت میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہی سہولیات و اختیارات کے پیشِ نظر دولت اسلامیہ کو زوال کی دلدل میں دھکیل دیا گیا جس کی وجہ سے ملکی سلامتی، خود مختاری و آزادی وقتاً فوقتاً ہچکولے کھاتی رہی۔ فرانس کے بعد جس اتحادی طاقت نے دولت پر میلی نظر ڈالی تھی وہ برطانیہ تھا۔ جو مشرقِ وسطیٰ اور ہندوستان تک بری اور آبی اجارہ داری کا خواہش مند تھا۔

دولتِ عثمانیہ میں برطانیہ کا کردار:

استعماری طاقتوں کا سرگرم رکن برطانیہ بھی تھا۔ جو دولتِ عثمانیہ کو سونے کی چڑیا سمجھتا تھا۔ برطانیہ نے ۱۶ صدی عیسوی سے ہندوستان، مشرق بعید اور قریب کے ساتھ خشکی کے راستے تجارت قائم کر لی سلطنت عثمانیہ کا انحطاط شروع ہوا تو برطانیہ کے تجارتی مفادات نے استعماری شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ انیسویں صدی میں برطانیہ کی خواہش تھی کہ وہ عراق کے راستے ہندوستان تک بری اور آبی وسائل پر قابو پالے تاکہ مصر پر قبضہ کرنا بھی آسان ہو جائے۔ چنانچہ ۱۸۱۵ء میں برطانیہ نے مالٹا پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۳۹ء میں جبرالٹر سے عدن تک اور ۱۸۷۸ء میں قبرص پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

ان قبضہ مافیہ کے دیکھتے دیکھتے ہی روس نے بھی سلطنت سے ہاتھ صاف کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کوئی قصر جبری تسلط قائم کرنے کے لیے نہ چھوڑی۔

دولتِ عثمانیہ میں روس کا کردار:

برطانیہ کے ساتھ ساتھ روس بھی دورِ جدید کی ایک انتہائی جارح استعماری طاقت کے روپ میں ظاہر ہوا۔ دولتِ عثمانیہ کے لیے سترھویں صدی کے نصف اوّل سے ہی اُس کی جارحیت برسرپیکار رہی۔ ۱۷۷۴ء میں ہونے والے معاہدہ کوچک کینارجی میں روس نے دولتِ عثمانیہ کو ذلت آمیز شکست دی تھی پھر رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس جارحیت میں شدت پیدا ہوتی گئی، کیونکہ دونوں ریاستوں کے مفادات متصادم تھے۔ فرانس و برطانیہ کی طرح روسی بھی روس کو دنیا کی عظیم ریاست بنانا چاہتے تھے لہٰذا روس کے لیے ناگزیر تھا کہ صنعت و تجارت کو فروغ دیا جائے جبکہ جغرافیائی طور پر روس زرعی ملک تھا۔ تجارتی راستے ناپید تھے، چنانچہ ترقی کے لیے بحری راستوں کا حصول ناگزیر تھا۔ لہٰذا بحیرہ اسود اور آبنائے باسفورس کے راستے بحر روم میں داخلہ آسان تھا۔ بحر روم تک رسائی درپردہ تین براعظموں تک رسائی تھی یعنی ایشیا، یورپ اور افریقہ۔ اس طرح تین براعظموں تک رسائی روس کی ترقی کے لیے بے حد مفید تھی کیونکہ روس، ایشیاء اور افریقہ میں اپنی کوشش اور خواہش کے باوجود آگے نہ بڑھ سکا کیونکہ اُس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سلطنتِ عثمانیہ تھی۔

دولتِ عثمانیہ میں جرمنی کا کردار:

انیسویں صدی کے اختتام پر جرمنی ایک طاقت کے طور پر ابھرنے لگا۔ یہ سلطان عبدالحمید کا دور تھا (۱۸۷۶ء۔۱۹۰۹ء) فرانس اور برطانیہ کے استعماری عزائم نے جرمنی اور عثمانی سلطنت کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ ۱۸۸۱ء میں جرمنی جرنیل دولتِ عثمانیہ کی فوجی تنظیم کا ممبر بن گیا۔ ترقی میں جرمن بینک کھل گئے اور جرمن تاجروں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ ترکی فوج نے جرمن فوج کو خاص مراعات دیں۔ عثمانی نوجوان اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ کی بجائے جرمنی جانے کو ترجیح دینے لگے۔

۱۸۹۸ء میں جرمن شہنشاہ نے قسطنطنیہ کا دورہ کیا۔ دمشق اور یروشلم بھی گئے۔ صلاح الدین ایوبی کے مزار پر حاضری دینے کے بعد تقریر میں ترکوں کو تسلی دی کہ جرمن بادشاہ ان کا دوست ہے اور ہمیشہ دوست رہے گا۔ اسی طرح ریل کا محکمہ بھی ۱۹۰۲ء میں جرمن فرم کو دے دیا گیا۔ یہ مواصلاتی چینل استعماری طاقتوں کے لیے قابلِ قبول نہ تھا۔ لہٰذا ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اوّل میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو مغربی اور روسی استعماری طاقتوں نے اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر باہمی اتحاد کے ساتھ عثمانی خلافت کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان بیرونی اسباب کے بعد سلطنت کے ہی خلفاء نے دولتِ عثمانیہ کی ترقی کی شاہراہ سے اُتارنے کی مکمل کوشش کی جس کی صورتیں درج ذیل تھیں:

اقتصادی تنزل:

ترک ایک جفاکش اور محنتی قوم تھی۔ مشینری کے دور سے قبل اُن کی اقتصادی حالت اچھی تھی۔ زراعت ذریعہ معاش تھا اِس کے ساتھ ساتھ صنعت و حرفت بھی ذریعہ زر و آمدنی تھی۔ مشینری کے دور کے بعد حکومت کی جانب سے ترکوں کے لیے مشینوں سے کام کرنے کے مواقع بہم میسر نہیں آئے لہٰذا اقتصادی دوڑ میں ترکی اپنے ہمسایہ ممالک کا حریف نہ بن سکا اور معاشی بدحالی اُن کا مقدر ٹھہری۔

علماء کا جمود:

ترکی حکومت کے اہلِ علم جو شاہ و گدا میں اپنی پہچان آپ تھے۔ ان علماء ترکی کا اثر اقتدار حکومت پر بھی تھا۔ وہ بھی انحطاط کی اس فضا کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ ترکی کی حالات زار پر خالدہ ادیب خانم نے اُس وقت کے علماء کی غفلت شعاری کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

> ”جب تک دنیا میں متکلمین کے فلسفے کی حکومت رہی یہ علماء اپنا کام خوبی سے کرتے رہے۔ مدارس مروجہ علوم کا مرکز تھے مگر جب مغرب نے تعلیمی نظام میں کلامی مباحث کی جگہ نئے علم و حکمت کی بنا ڈالی تو اُس نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔“(۴)

ان حالات و واقعات میں صورتِ حال اتنی ناگفتہ بہ تھی کہ اگر بادشاہ وقت عوام کے لیے کوئی نئی اصلاحات کرنا چاہتا ہے تو اُس کے خلاف بغاوت عام کر دی تھی۔ مثلاً سلطان سلیم ثالث نے (۱۷۸۸ء۔۱۸۰۷ء) میں اپنی تعلیمی و فوجی اصلاحات کی سکیم کو نافذ کرنا چاہا تاکہ ترکی میں جدید علوم و فنون کے مدارس قائم کیے جائیں اور فوج جدید فن حرب سے آشنا ہو اس پر شدید ردِ عمل دیکھنے میں آیا اور صوتِ حال قتل و غارت تک پہنچی گئی۔ دو دن قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ پھر ۱۸۷۸ء میں جب سلطان عبدالحمید نے اصلاحات کی کوشش کی تو نتیجتاً سلطنت سے سبکدوشی اُس کا مقدر ٹھہری۔

اس انحطاط پذیر منظر نامے میں جہاں استعماری طاقتوں نے منفی عزائم کے ذریعے دولت عثمانیہ کو پارہ پارہ کیا وہاں ان ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے انتہائی مخفی طریقے سے سازشیں کی گئیں اور جاسوسی ایجنسیوں کا سہارا لیا گیا۔ جنہوں نے سلطنت کی ٹانگوں کو مختلف طرق سے کاٹ کر بے ساکیوں کے حوالے کر دیا۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

ڈونمہ تحریک، تحریک صہیونیت، فری میسنری، انجمن اتحاد و ترقی، سائکس پیکو معاہدہ (Sykes Picot Agreement)، اعلان بالفور، یہودی پروٹوکولز وغیرہ۔

ان ناپاک عزائم کی تکمیل اور سقوطِ سلطنت کے لیے یہودیوں نے بادشاہ کے گھر کو سب سے پہلے ہدف بنایا۔

سلطان سلیمان کی یہودی بیوی کا کردار:

سلطان سلیمان کو ایک یہودی دوشیزہ استعماری طاقتوں کی طرف سے تحفہ کے طور پر دی گئ جو کہ باندی تھی۔ بعدازاں سلطان سلیمان نے اس سے شادی کرکے اس کو زوجہ کا درجہ دے دیا۔ ڈاکٹر علی حسون اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''تتار بلام القرم للسلطان سلیمان القانونی فی القرن الخامس عشر المیلادی فتاۃ یھودیۃ روسیۃ کا نوا قد سبوھا فی احدی غزواتھم فتزوجھا السلطان السلیمان القانونی وانجبت لہ بنتاً فما ان کبرت تلک البنت حتی سعت امھا الیھودیۃ لتزویجھا من القیط الکرواتی رستم پاشا ثم إمعانا منھا فی الغدر تمکنت من قتل الصدر الاعظم ''إبراھیم پاشا'' و نصبت صھرھا اللقیط بدلاً منہ: ثم قامت بتدبیر موامرۃ اخری استطاعت بھا ان تتخلص من ولی العھد مصطفی بن السلطان سلیمان من زوجتۃ الاولی ونصبت ابنھا سلیم الثانی ولیاً للعھد''(۵)

(بلاد قرم کے تاتاریوں نے سلطان سلیمان کو ایک یہودی باندی تحفہ میں دی جو کو یہ لوگ ایک جنگ میں قیدی بنا کر لائے تھے۔ جس سے سلطان نے شادی کر لی۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے گھر بیٹی پیدا ہوئی۔ اسی بیٹی کے پروان چڑھنے کے بعد ملکہ ترکی نے صدر اعظم ''ابراہیم پاشا'' کو قتل کروا کر اپنے داماد ہاشم شاہ کو سلطنت کا صدر اعظم بنا دیا جبکہ سلطان کا ایک بیٹا پہلی بیوی سے تھا۔ اُس سے بچنے کے لیے ملکہ نے اُس لڑکے کو ولی عہد بنا دیا۔)

اس سازش کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی اپنی حالتِ زار سیاسی منظر نامے کے مطابق اندلس اور روس میں کسم پرسی کے برابر تھی چنانچہ ان حالات میں ملکہ نے مزید ایک اور چال چلی اور بادشاہ سے یہودیوں کے لیے اسلامی سلطنت میں پناہ کی اجازت لے لی لہٰذا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا دنیا بھر سے یہودی اسلامی سلطنت کی طرف جوق در جوق داخل ہونا شروع ہو گئے۔ آباد کاری کے بعد رفتہ رفتہ تمام مساوی حقوق میسر آنا شروع ہو گئے اور یوں انہیں شخصی آزادی مل گئی۔ ہسپانیہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد یہودی ترکی میں عزت کی زندگی گزارنے لگے اور یوں اپنے اثر و رسوخ کو انہوں نے مزید مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ان کی حالتِ زار مستحکم ہو گئی اور سلطنت کے امور میں ایک یہودی گروہ حاخامین کو خود مختاری مل گئی۔ ڈاکٹر احمد نوری نعیمی لکھتے ہیں:

''رئیس الحاخامیین قام علیٰ ممارسۃ السلطۃ فی الشؤون الدنیۃ والحقوق المدنیۃ بحیث ان مراسم و قرارات ھذا لحاخام کان یصدق من قبل الحکومۃ الی درجۃ تحولت الی قانون یخص الیھود''(۶)

(ان کے ایک گروہ حاخامین کو سلطنت کے امور میں خود مختاری کی حیثیت مل گئی اور اس گروہ کے دینی مراسم اور فیصلوں

کی حکومت کی طرف سے تصدیق کی جاتی تھی اور انہیں یہودیوں کے خصوصی قوانین کا درجہ دے دیا گیا۔)

ان مراعات کے ساتھ ساتھ دولتِ عثمانیہ کے وزیر خارجہ علی پاشا نے ۱۸۶۵ء میں سفارتی وفود میں بہت سے یہودیوں کو بھی شامل کر لیا اور ان کو تمام تر حقوق اور خوشیاں حاصل تھیں۔ امن و آتشی کی نعمت سے وہ مالا مال تھے۔ چنانچہ ان تمام اختیارات کی شکل میں چند عشروں بعد یہودی فرقہ ڈونمہ وجود میں آیا۔ جس نے دولتِ عثمانیہ پر کاری ضرب لگائی۔

دولتِ عثمانیہ کے سقوط میں ڈونمہ جماعت کا کردار:

ڈونمہ لفظ ترکی زبان میں ڈونمک سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ جس کے معنی رجوع، ارتداد کے ہیں جبکہ دینی نقطہ نظر سے اس لفظ کا خاص مفہوم ہے۔ ایک نیا دینی گروہ یعنی ناپاک مذموم مقاصد کے حصول کے لیے بظاہر مسلم نظر آئیں گے مگر یہودی عزائم کو پس پردہ عملی جامہ پہنائیں گے۔

ڈونمہ جماعت کا بانی سباتائے زیفی (۱۶۲۶ء۔ ۱۶۷۵ء) ہسپانیوی النسل (الہسپانیہ الیہودی) یہودی تھا۔[۷] اس شخص نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ جبکہ ۱۶۴۸ء میں ایک بات زدِ عام ہو چکی تھی کہ مسیح موعود کی آمد یقینی ہے۔ چنانچہ اس کے اس جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے کثیر تعداد میں یہودی اس کے مداح بن گئے۔ ان کی اکثریت ذرائع ابلاغ اور دیگر حساس شعبوں میں کام کرتے تھے ان کا مقصد ترکی کو لادینی ریاست بنانا تھا۔

شبتائی اور اس کے ساتھی خفیہ طریقے سے اپنے دین موسوی کی اتباع کرتے رہے اور صہیونیت کے لیے بڑی راز داری سے کوشاں رہے۔ بظاہر اسلام کا لبادہ انہوں نے اوڑھے رکھا۔ شبتائی اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل کہتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلتا رہا۔ لیکن بالآخر ''قودی چشمہ'' نامی ایک کنیسا (عبادت گاہ) کے اندر سے اُسے گرفتار کیا گیا کہ وہ شراب نوشی کر رہا تھا اور یہودی نغمے گا رہا تھا۔ چنانچہ ترکی سلطنت نے جب اس کے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر گرفت کی تو تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد پھر اس نے بادشاہ سے یہودی اقوام کو دعوتِ اسلام کی دعوت دینے کی اجازت لے لی اور اس طرح دوبارہ اس نے اپنا رابطہ اپنے سابقہ حواریوں سے بحال کر لیا۔

ازمیر میں اس نے یہودی وفد سے ملاقات کی جس میں جوق در جوق یہودی آئے اور انہوں نے اس کو ہار پہنائے جس پر لکھا تھا تاج ملک الملوک اور شبتائی اکثر کہا کرتا تھا:

''انا سلیل سلیمان بن داؤد حاکم البشر و اعتبر القدس قصراً لی''[۸]

سبتائی وہ پہلا یہودی تھا جس نے قوم یہود کو سب سے پہلے فلسطین میں واپسی کی بشارت دی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حاخامی گروہ جس کو سلطنت میں خود مختاری کا درجہ حاصل تھا۔ اس گروہ نے مسلمان کو شبتائی کے عزائم کے بارے میں خبردار کیا تھا۔ حاخامی گروہ کا کہنا تھا:

''حاخامي الیھود ورفعوا ضده شكوى الى السلطان اكدوا فیھا ان شبتائی ینوی القیام بحركة تمردیة فی سبیل تاسیس دولة یھودیة فی فلسطین''[۹]

''یہودیوں کے حاخامی فرقے نے سلطان کو بتایا کہ شبتائی فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کے لیے بغاوتی تحریک کے

قیام کی نیت رکھتا ہے اور وہ سلطنت فلسطین پر قبضے کا خواہاں ہے۔)

ترکی میں اسلامی قدروں کو پامال کرنے اور سیکولر ترکی بنانے میں اس تحریک نے جم کر کام کیا اور پشت پناہی پر تمام یہودیوں نے ان کی معاونت کی اور ڈونمہ فرقوں کے یہودیوں نے سلطان عبدالحمید مخالف قوتوں کی خوب مدد کی اسی طرح جو تحریک سالونیک میں سلطان کی برطرفی کے لیے شروع ہوئی جس کے شرکاء کو جوان افسروں کا نام دیا گیا۔ یہودیوں نے ان کی پوری مدد کی۔ نشرو اشاعت ،میڈیا، اقتصاد، غرض ہر لحاظ سے دولت عثمانیہ کو معاشی طور پر بد سے بدتر کرنے کی پوری سعی کی اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ یہاں تک یہ لوگ جمعیۃ الاتحاد والترقی کو اپنے کنٹرول میں لینے میں کامیاب ہو گئے۔ سلطان عبدالحمید بدستور ۳۳ سال جرات مندی، بہادری، عقل مندی سے ان سازشوں کا مقابلہ کرتا رہا تاکہ بغاوت کی آلودگی سے سلطنت (ملک) محفوظ رہے۔

الغرض ان یہودیوں کا صرف مقصد فلسطین میں یہودی حکومت کے خواب کو زندہ کرنا تھا۔ ڈونمہ کے یہودیوں نے بین الاقوامی یہودی منصوبوں کو نافذ کرنے کے لیے پہلی اینٹ رکھ دی تھی۔ چنانچہ سلطنت کی بھاگ دوڑ سلطان عبدالحمید کے ہاتھ سے نکل کر رفتہ رفتہ صہیونیوں کی گود میں جارہی تھی۔

تحریک صہیونیت کا کردار:

یہ ایک سیاسی اور انتہا پسند تحریک تھی جو فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے ذریعے پوری دنیا پر حکومت کرنے کی داعی تھی۔ اس تحریک کا بانی تھیوڈر ہرتزل (Theodor Herzl) (صحافی) تھا۔ اس کا مقصد یہودی ریاست کا قیام تھا چنانچہ اس یہودی مسئلہ کے حل کے لیے اس نے استعماری طاقتوں کی تائید حاصل کرکے دولتِ عثمانیہ پر دباؤ ڈلوایا کہ اس کی سلطان عبدالحمید سے ملاقات ہو جائے اور اس سے سرزمین یہود کے لیے مطالبہ کیا جائے۔ ان دنوں سلطنت کی مالی حالت ناگفتہ بے تھی۔ اس سازش کو کامیاب کرنے کے لیے استعماری طاقتوں نے قرض دہندہ مالی کمیشن عثمانی ترکی میں بھیجنا ضروری قرار دیا تاکہ معاشی معاملات کا جائزہ لے کر اپنے قرضوں کی ضمانت حاصل کر لی جائے۔

ہرتزل کی ہر ممکنہ کوشش تھی کہ اُس کی سلطان عبدالحمید سے ملاقات ہو جائے اس کے لیے اس کے دوست لانڈو نے ۲۱ فروری ۱۸۶۹ء کو یہ مشورہ دیا کہ وہ برید (اخبار) "الشرق" کے مدیر اعلیٰ نیولسنکی کی خدمات حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے نیولسنکی سے بات کی کہ اگر تم ہماری ملاقات بادشاہ سے کروادو تو ہم ترکی کو مالامال کر دیں گے اور اگر بادشاہ ہماری بات مان لے تو ہم ترکی کو معاشی بحران سے نکال لیں گے مگر سلطان نے صاف انکار کر دیا۔

ہرتزل کی پہلی کوشش نیولسنکی کے ذریعے ناکام ہو گئی تو اس نے جرمنی کے بادشاہ ولیم ثانی سے ملاقات کی مگر یہ حربہ بھی ناکام گیا تو اس نے دولت عثمانیہ کے سقوط کے لیے پہلی صہیونی کانفرنس ۱۸۹۷ء باسل (Basle) میں منعقد کروائی پس ۱۸۹۷ء کی اس کانفرنس نے یہود کے لیے ایک بنیاد فراہم کی اور یوں یہود ایک سیاسی پلیٹ فارم بنانے میں عالمی سطح پر کامیاب ہو گئے۔ اس پر انسائیکلوپیڈیا آف زائن کا مقالہ نگاریوں تبصرہ کرتا ہے:

> "The principal clause of the resolution called for the establishment in Palestine of a "Home for the Jewish people secured by public law."(10)

(یہ ایک بنیادی ابتدائیہ (آغاز) تھا اس قرارداد کا جس کی رو سے فلسطین میں یہود کے لیے وطن کا قیام جہاں وہ عوامی قانون

کے تحفظ میں رہ سکیں۔)

ناکامی در ناکامی کے باوجود ہرتنزل اپنے مشن پر ڈٹا رہا اُس نے مختلف طرق وحربوں سے دولت عثمانیہ پر دباؤ ڈلوانے کی کوشش کی۔ بالآخر اس نے عالمی صحافت کی تحریک شروع کی اور مخلوط عثمانی معاشرے میں سے سلطان عبدالحمید کے دشمنوں کو متحد کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں ہرتنزل سلطان عبدالحمید سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تھیوڈر ہرتنزل نے کھل کر سلطان سے باتیں کیں کہ بادشاہ یہودی ریاست کی آبادکاری کی اجازت دے دے تو ہم ترکی کی معاشی حالت بدل دیں گے اور تمام تر قرضے اُتار دیں گے۔ سلطان نے خاموشی سے اس کی ساری بات سنی۔ ہرتنزل نے اس ملاقات کو کامیابی سمجھا مگر کچھ دیر کے بعد اس کو معلوم ہو گیا کہ وہ بادشاہ کے ساتھ بند راہ پر چلتا رہا ہے۔

تھیوڈر ہرتنزل نے آخری حربہ یہ کھیلا کہ اس نے اس سرزمین کے باشندوں کو خریدا انہیں روزگار کے مواقع دیے۔ اس طرح اس زمین پر قبضے کا کام ان خفیہ مزدوروں کے ذریعے مکمل کروایا جو یہودی کمپنی کے ملازم تھے۔ اس طرح زمین کی خرید وفروخت کا سلسلہ ہمارے کنٹرول میں رہے گا۔ ہرتنزل نے یہ اعتراف بھی کیا:

"امر علی ضوء حدیثی مع السلطان عبدالحمید الثانی، انہ لایمکن الا استفادۃ من ترکیا- الا اذا تغیرت حالتھا السیاسیۃ اوعن طریق الزج بھا فی حروب تھزم فیھا"[۱۱]

(ترکی سے فائدہ لینا ناممکن ہے یہاں ایک صورت ہے کہ سیاسی حالات بدل دیے جائیں اور جنگ کی کیفیت پیدا کر دی جائے۔)

اس اعتراف کے بعد عالمی صہیونیت جس کا نعرہ پہلے لگا دیا تھا اُس کا حرکت میں آنا ناگزیر تھا۔ اور عالمی اتحادی طاقتوں دولتِ عثمانیہ کے حصول کے لیے ان کی مدد کرنا لازمی تھی۔ چنانچہ تھیوڈر ہرتنزل نے بلقان کی قومیت پرست، حزب الاتحاد والترقی ان کی مکمل حمایت کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن مدد کی کیونکہ یہ دولتِ عثمانیہ سے علیحدگی کے نظریے پر وجود میں آئیں تھیں۔[۱۲]

ان ماسونی تحریکیوں کا ایک شرپسند حربہ "انجمن اتحاد وترقی" کا قیام تھا جس کا نظریہ جدید ترکی تھا۔ جس میں آزاد خیالی کا دور دورہ ہو اور مغربی رنگ واضح نظر آئے۔

سلطان عبدالحمید بمقابل جمعیت اتحاد وترقی:

۱۹ویں صدی میں فرانسی انقلاب سے متاثر ترک نوجوانوں نے ترکی میں جمہوری حکومت کا اعلان کر دیا۔ سیکولر، قومیت اور شخصی آزادی جیسے افکار رونما ہونے شروع ہو گئے۔ ماٹزینی کی اٹلی تحریک بھی ان نوجوانوں کے افکار کو متاثر کرنے کا سبب بنی۔ ان دونوں خلافت عثمانیہ عسکری اور میڈیا وار کا سامنا کر رہی تھی۔ اتحادی واستعماری طاقتیں سلطنت کو کمزور کرنے کے لیے مختلف بہانے بنا رہی تھیں۔ اور ترکی کے ان نوجوانوں میں نامق کمال شاعر بھی تھا۔ جس نے دیگر نوجوان ممبران سے مل کر لوگوں کی سوچ کو بدلنے کے لیے سیاسی حقوق کے حصول کے لیے انہیں بیدار کیا۔ اس طرح دولت عثمانیہ میں جو نصرانی معاشرے الگ ہونے کی خواہش رکھتے تھے وہ اس ملک میں افراتفری پھیلانے کے بہانے بیرونی طاقتوں کا سہارا تلاش کر رہے تھے۔ چنانچہ ان صحافیوں نے اپنی جمعیت بنائی جس کا نام "جمعیۃ العثمانین الجدد" رکھا۔

اس جمعیت کے افکار کی احیاء میں نامق کمال کا کلیدی کردار تھا کیونکہ نامق کمال ادیب اور شاعر تھا۔ انقلاب فرانس کے فلسفے سے بہت متاثر تھا۔ اس کا لٹریچر چوتھائی صدی تک اس کے افکار کی ترجمانی کرتا رہا۔ اس کی کتابیں تین سوالوں کا جواب دینے کی کوشش بھی کرتی رہیں۔

۱۔ دولت عثمانیہ کے انحطاط کے اسباب

۲۔ کون سا راستہ ہے جس سے تنزلی کو روکا جاسکتا ہے۔

۳۔ کون سی اصلاحات ضروری ہیں۔

چنانچہ نامق کمال کے مطابق، دولتِ عثمانیہ کے انحطاط کے اسباب اقتصادی اور سیاسی ہیں۔ تربیت کے ذریعے اس انحطاط کو روکا جا سکتا ہے۔ اور ریاست عثمانیہ میں فل فور ایک مرکزی دستوری نظام کی ضرورت ناگزیر ہے جو کہ عملی طور پر پیش کیا جانا چاہیے۔

چونکہ سلطان عبدالحمید کو ان جدید عثمانیوں کے ناپاک عزائم کا بخوبی علم تھا۔ مدحت پاشا جو کہ نامق کمال کا دوست بھی ہے اُس نے اس بات پر زور دیا کہ بادشاہ اُس کے افکار کو قبول کرے ورنہ وہ سلطنت کو روس کے ساتھ جنگ کی آگ میں جھونک دے گا تو سلطان نے فوری مدحت پاشا کو جلاوطن کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مزید بے سکونی پھیلی اور جمعیت الاتحاد کے بانی ابراہیم یتمو نے خفیہ مراسلات بھیجے اور ملاقاتیں کیں اور جدید ترکی جمعیت کے ممبروں کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ چنانچہ عسکری اور شہری دونوں حربوں سے سلطان عبدالحمید کے خلاف اقدام شروع ہوگئے ایک طرف سلطان کو مجبور کیا گیا کہ اس دستور کا اعلان کرے جو ۱۸۷۷ء میں روکا تھا۔

جمعیت کا ہدف طورانی مفاہیم پر تھا جس کا مطلب ترکی زبان میں اصل کی طرف لوٹنا ہے اور ایک قوم کی حیثیت اختیار کرنا ہے۔ طورانیت سے والہانہ محبت کی وجہ سے انہوں نے نعرہ لگایا۔ ”نحن اتراک فکعتبنا طوران“[۱۳] (ہم ترک ہیں اور ہمارا کعبہ طوران ہے۔) جمعیت الاتحاد والشرقی میں یہودیوں کی شاخ موجود تھی۔ صہیونیت نے اس کا ساتھ دیا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ جمعیت الاتحاد والشرقی کے اقتدار میں آجانے سے بلاتامل و تاخیر کے فلسطین کو یہودیوں کے لیے قومی وطن قرار دینا آسان ہوگا۔

یورپی صحافی موئز کوئین بھی دولتِ عثمانیہ کو ریزہ ریزہ کرنے میں پیش پیش رہا۔ اس نے ترکی قومیت کی سوچ کو پروان چڑھانے میں ہر ممکن کوشش کی اور جدید ترکی قومیت کی سوچ میں سلطان عبدالحمید کی حکومت کا تختہ اُلٹنے میں صفِ اوّل میں سے تھا۔

سلطان عبدالحمید ان تمام تر سازشوں سے باخبر تھا جو اتحادیوں کی طرف سے بدستور جاری تھیں۔ تحریک مضبوط ہو چکی تھی اس پر قابو ناممکن ہو گیا تھا۔ لہٰذا ۱۳ اپریل ۱۹۰۹ء میں ملک میں افراتفری کی فضا قائم ہو گئی اور استنبول میں سلانیک کا لشکر بھی حرکت میں آگیا اور انہوں نے سلطان عبدالحمید کو اپنے تمام شہری اور دینی اختیارات سے معزول کر دیا اور سلطان پر درج ذیل اعتراضات لگا دیے:

۱۔ قرآن کریم کے نسخوں کو جلایا۔

۲۔ فضول خرچی کی۔

۳۔ خون ریزی اور ظلم کیا۔

تاریخی و علمی لحاظ سے یہ اعتراضات بے بنیاد تھے۔ اور جمعیت الاتحاد العثمانی خالص مغربی فکر کی دلدادہ تھی۔ لوگوں کی جمعیت کے لیے دین اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ قرآن و حدیث کی من مرضی تشریحات کیں تاکہ لوگوں کی خیر خواہی حاصل کی جاسکے کیونکہ جمعیت

الاتحاد العثمانی کا بنیادی نظریہ ''ماسونیت'' تھا۔ یہ لوگ دین سے آزاد اور سیکولر تھے۔ یہودی اور ماسونی تحریک کے لوگوں کے لیے یہ عید کا دن تھا۔ سلانیک کے شہر میں مظاہرے ہوئے اور ان کی تصویریں ترکی ڈاک ٹکٹوں پر شائع کی گئیں تاکہ ترکی کے بازاروں میں انہیں بیچا جائے۔

حرکت الاتحاد العثمانی کے بعض لیڈروں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ ماسونی اور صہیونی طاقتوں کا آلہ کار بنے رہے جنہوں نے ۱۹۰۸ء کے انقلاب میں اہم کردار ادا کیا۔ نور پاشا نے خود یہ اعتراف کیا کہ:

''نحن لم نعرف السلطان عبدالحمید فأصبحنا آلة بید الصهیونیة واستمرتنا الماسونیة العالمیة۔ نحن بذلنا جهودنا للصهیونیة فهذا ذنبنا الحقیقی۔''(۱۴)

(ہم سلطان کو نہیں سمجھ سکے اور صہیونیت کے ہاتھوں آلہ کار بنے رہے۔ ماسونیت نے ہمارے ذریعے اپنے ذاتی مقاصد کو حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنی تمام تر کوشش صہیونیت کے نام وقف کر دیں یہی ہمارا گناہ ہے۔)

دیگر ارا کین آرمی جو اتحادی فوج کا حصہ تھے اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ہم ماسونی افراد کے جال میں پھنس گئے۔ انہی چالوں کے ذریعے ۱۹۱۶ء میں ایک خفیہ معاہدہ کیا۔ جس کو ''سائکس پیکو'' (Sykes Picot Agreement) کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے عربوں کو خود مختاری کا وعدہ کیا گیا مگر استعماری تسلط کو برقرار رکھا گیا اور اس طرح خلافت کا رُخ دین کی بجائے قومیت کی طرف پھیر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر سلطنت عثمانیہ ایک مضبوط، مستحکم اور بلند ترین سلطنت نہ ہوتی تو سازشوں کے ان زور دار آندھیوں میں تنکا بن کر اُڑ جاتی لیکن ۲ صدیوں تک یہ دولت عثمانیہ استعماری و یہودی سازشوں کا جواں مردی سے مقابلہ کرتی رہی۔ اس حالت زار پر ڈاکٹر شناوی نے اپنا موقف یوں دیا ہے:

''وغدت ممتلكات الدولة نهبا بين الاول الاوروبية الاستعمارية التي كانت تخطط منذن من بعيد للقضاء على الدولة''(۱۵)

(سلطان نے جب حکومت سنبھالی تو ملک استعماری طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ کا شکار ہو چکا اور عرصے سے عظیم مملکت کے خاتمے کی منصوبہ بندی ہو رہی تھی۔)

چنانچہ اتحاد و ترقی کے نام سے اُٹھنے والی یہ تحریک مرکز خلافت کے اندر سے یہودیوں کا سب سے مہلک وار تھا۔ یہ تحریک جو رفتہ رفتہ ترکی کے حل و عقد پر پوری طرح قابض ہو چکی تھی۔ اس نے ۱۹۰۹ء میں اپنا کاری وار کیا اور خلیفہ عبدالحمید کو عہدہ خلافت سے معزول کر دیا۔ جبکہ دوسری طرف فوج کے زمام اقتدار پر قابض فوج کا یہودی سربراہ کمال اتاترک یورپ کے ساتھ مل کر طے شدہ پلاننگ کے تحت فرضی دکھاوے کی فتوحات حاصل کرنے لگا۔ پبلک جلسوں میں اسلام اور خلافت کی اہمیت پر تقریریں کرتا اور درپردہ اس کے انہدام کی تیاریاں کرتا رہا۔ بالآخر ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو دشمنانِ اسلام کی دیرینہ تمنا پوری کر دی اور باقاعدہ سقوطِ خلافت کا اعلان کر دیا۔

نیا عہد اور نئے صلیبی حملے:

بلاد شام پر اس نئی یلغار کی پلاننگ بڑی مستحکم تھی۔ ایک طرف ''سائکس پیکو'' (Sykes Picot Agreement) جو ۱۶ مئی ۱۹۱۶ء کو برطانیہ اور فرانس کے درمیان طے پایا۔ جس میں سلطنت کے بخیے ادھیڑ دیے گئے جبکہ دوسری طرح اعلان بالفور تھا جو برطانوی وزیر خارجہ آرتھر بالفور (Aurthur James Balfour) نے یہودی لیڈروں کو ایک خط لکھ کر فلسطین کو ان کا وطن بنانے کا وعدہ کیا۔ یہ یقین دہانی اعلان

بالفور (Balfour Declaration) کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بالفور نے یہ خط ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو لکھا یعنی فلسطین پر ایک ماہ قبل قبضہ جبکہ برطانیہ فلسطین پر ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو قابض ہوا۔برطانیہ اس بار نئی پلاننگ سے صلیبی فلسطین میں داخل ہوا جس سے صلیبی حملوں کو ایک نیا موڑ مل گیا۔

ان تمام تر سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے یہودیوں نے ایک مضبوط اور مستحکم تنظیم کے قیام کو عملی جامہ پہنایا۔اس یہودی تنظیم "فری میسنری" نے سقوطِ سلطنت عثمانیہ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

خلافت عثمانیہ اور فری میسن کا سیاسی کردار:

فری میسن اور صہیونیت ایک ہی ہیں۔فری میسن کا مطلب آزاد معمار۔ یہ ایک خفیہ دہشت گرد اور یہودی تنظیم ہے، اس کا مقصد دنیا پر یہودیوں کا کنٹرول قائم کرنا ہے۔ اس تنظیم کا تعلق کسی دین سے نہیں یہ اپنے آپ کو دینی افکار سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ برابری اور انسانیت کے جعلی نعروں سے اپنے مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ بے دینی اخلاقی اقدار کی بیخ کنی اور لادینیت کو طشت از بام کرنا ان کی ترجیحات میں سے ہے۔[۱۶] یہودی داناؤں نے اسے تالمود اور پروٹوکولز کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔ دنیا بھر کے بڑے حادثات میں ان کا ہاتھ ہے۔خلافت عثمانیہ کے خاتمے، فرانسیسی انقلاب، جمہوری ریاستوں کی بنیاد اور بالشویک تحریک کے پیچھے یہی لوگ تھے۔

مغرب کی سیاسی طاقتوں اور صہیونی سرمایہ داروں سے گٹھ جوڑ کے بعد فری میسنری نے گزشتہ صدی میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت "سلطنت عثمانیہ" کو تخت و تاراج کیا۔ اس کے لیے کٹھ پتلی تنظیموں کو فری میسنری کا پلیٹ فارم مہیا کیا گیا۔ جہاں وہ اطمینان سے سازشیں کرتی تھیں۔ اس کے بعد وطنیت اور قومیت کے نام پر ان کو عوام میں متعارف کروایا جاتا تھا۔ فری میسن کبھی عالمی طاقتوں کے سیاسی ظلم، نوآبادیات جبر، ناانصافی اور معاشی استحصال کے خلاف کوئی آواز بلند نہ کرتے تھے بلکہ اپنے خول میں بیٹھ کر عالمی سیاست کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔ سامراج کی اعانت، یہودی ہدف کی طرف داری اور دنیا کے بڑے مذاہب خصوصاً عیسائیت اور اسلام کی مخالفت میں مصروف رہتے۔ یہ لوگوں کو اپنے دامِ فریب میں لانے کو ترجیح دیتے تھے۔ انیسویں صدی کی سب سے بڑی سامراجی طاقت برطانیہ کو فری میسنری نے ہی زبردست تقویت بہم پہنچائی۔ ۱۷۱۷ء کے بعد چند سالوں میں فری میسنری نے انگلستان کے قرب و جوار یعنی آئرلینڈ اور سکاٹ لینڈ کا رخ کیا۔ ایشیاء و افریقہ جہاں جہاں سامراجی افواج گئیں ان کے اعلیٰ فوجی افسروں نے فری میسن لاجیں قائم کی۔ فری میسنری کا اصل ہدف ہیکل سلیمانی کی تعمیرِ نو ہے۔

گزشتہ صدی کے آغاز (۱۹۰۵ء) میں صہیونی تحریک نے ترکی حکومت کے خاتمے کے لیے فلسطین میں یہودی حکومت کی بنیاد رکھنا چاہتی تھی۔ اس وقت روس سے صہیون کے اکابر کے پروٹوکولز (Protocols of the Elders of Zion) کے نام سے روسی دستاویزات شائع ہوئی جس نے یورپ میں تہلکہ مچادیا۔ کیونکہ ان میں ایسے پروگرام کا نقشہ پیش کیا گیا تھا جس سے یہودی تمام دنیا پر چھا جانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔اس سازش میں فری میسنری کی مدد لی گئی تھی۔

یہودی منصوبے کا خلاصہ :

ان پروٹوکولز کا اہل ہدف عالمی سیاسی غلبہ تھا جس سے تمام دنیا کے طول و عرض پر تسلط حاصل کرنا تھا۔ ان پروٹوکول کی تعداد ۲۴ ہے۔ یہودیوں کی اعلیٰ ترین قیادت نے ایک خفیہ اجلاس میں ان دستاویزات کو پیش کیا گیا۔ ان میں پہلے ۹ پروٹوکولز کا تعلق فوری نوعیت کے اقدامات سے ہے۔ باقی پر عمل اقتدار کے بعد ہوگا۔ ان پروٹوکولز کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ یہودی اثر و نفوذ ۲۔ یہودی فلسفے کی برتری اور سیاسی انقلاب

۳۔ بد عنوان عوامی نمائندوں کے ذریعے دولت پر قبضہ

۴۔ مادہ پرستی کو فروغ

۵۔ طبقاتی تقسیم، معاشی تقسیم، سیاسی تقسیم، معاشرتی تقسیم

۶۔ جاگیر داروں پر ٹیکس اور زمین کی خرید وفروخت

۷۔ غیر یہودیوں کے اخلاق پر ڈاکہ بذریعہ میڈیا

۸۔ خفیہ پولیس کا قیام

۹۔ عالمی یہودیت کے غلبے کے لیے کوششیں تیز کر دی جائیں۔ لوگ آخر کار اس حاکم اعلیٰ کی طرف رجوع کریں جو داوٗدؑ کی نسل سے ہوگا اور اسرائیل کے تخت پر بیٹھے گا۔

انیسویں صدی کے آخر میں ایک طرف یہود کی قوم پرستی کی تحریک تقویت پکڑ رہی تھی اور یہودی یورپ پر چھا جانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جبکہ دوسری طرف یورپ کے اہلِ فکر و نظر یہودیوں کی سازشوں سے لوگوں کو آگاہ کر رہے تھے۔ اور ان کے خفیہ ہتھکنڈوں کو طشت از بام کر رہے تھے۔ اسی طرح یہ عظیم سلطنت اضمحلال کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہو گئی۔

پروٹوکولز کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے مختلف مواقعوں پر ان کا ذکر کیا گیا۔ مثلاً عالمی سیاست کا تناظر ہو یا یہودیوں کی تحریک قومیت۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جب برطانیہ نے ۱۹۱۷ء میں یہودیوں کے لیے علیحدہ وطن کا اعلان کیا تو پروٹوکولز کے حوالے دیے گئے۔ یورپی ممالک کا امن کانفرنس کے لیے مجتمع ہونے کے موقع پر ان کا ذکر کیا گیا۔ یہودی وفود ساتھ جاتے تاکہ یورپ میں یہودی مفاد کا دفاع کر سکے۔

الغرض ان پروٹوکولز کی عام تشہیر کی گئی تاکہ عالمی سیاسی غلبے کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔ عالمی صہیونیت عملاً پروٹوکولز کی بنیادی پالیسیوں پر گامزن ہے۔ اسرائیل وقت اور ضرورت کے ساتھ اپنی پالیسیوں میں تبدیلی کرتا ہے۔ امریکہ اور یورپ یہود کی گرفت میں ہیں۔ فلسطین کی مظلوم عوام کا مستقبل مخدوش ہے۔ یروشلم پر یہودی قابض ہیں۔ دنیا کے ہر شعبے میں ان کا تسلط ہے جو کہ عالم اسلام کے لیے ایک تشویش ناک صورتِ حال ہے۔ عالم اسلام بالخصوص ارضِ موعود کا تسلط ان کے ممکنہ عزائم کی غمازی کرتا ہے۔

فری میسنری کا ممکنہ ایجنڈا:

ا۔ سیاسی میدان:

ترکوں اور عربوں کو باہم خلافت عثمانیہ کے خلاف کشت و خون کرنا تاکہ عدم اتحاد کا فائدہ اٹھایا جائے۔

ا۔ عالمی صہیونی تنظیم WZO کے مقاصد کی تکمیل میں مدد کرنا۔

۲۔ بین الاقوامی صہیونی ایجنسیوں کے کردار کو مضبوط بنانا اور فلسطین کا تشخص مٹانا۔

۳۔ ہیکل کی تعمیر کرنا۔

۴۔ یہودی لابی کا مستحکم کرنا بذریعہ عوامی ادارے اور میڈیا

۵۔ داخلی انتشار اور قیادت کا بحران پیدا کرنا اور جہاد میں مصروف اسلامی تنظیموں کو امن دشمن قرار دینا۔

۶۔ اسلامی دنیا میں سائنسی اور ایٹمی ترقی کو روکنا۔ عسکری قوت مفلوج کرنا۔

۷۔ وسط ایشیاء اسلامی تشخص کو مٹانا۔[۱۷]

۲۔ معاشی میدان:

ا۔ عرب ممالک پر معاشی تسلط برقرار رکھنا۔ ان کے وسائل کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا۔

۲۔ جدید عالمی بینکاری نظام، سٹاک ایکسچینج اور دنیا کی معیشت پر کنٹرول کرنا، اسلامک ممالک میں مالی بحران پیدا کرنا۔

۳۔ IMF، عالمی تجارتی تنظیم WTO کے ذریعے منڈی کی معیشت عالمی معاشی یک جہتی اور ترقی پذیر ممالک کے مفاد کے خلاف استعمال کرنا۔

۴۔ تیل کی تنظیم (Opec) پر اثر انداز ہو کر تیل کی قیمتوں کو اپنے مفاد پر استعمال کرنا۔

۵۔ کم ترقی یافتہ ممالک کو سرمایہ سردارانہ نظام، اقتصادی نوآبادیت کے شکنجے میں جکڑنا، ان پر قرضوں کا بوجھ ڈال کر ان کو معاشی محکوم بنا کر ان کے وسائل سے فائدہ اُٹھانا۔[۱۸]

۳۔ سماجی میدان:

ا۔ آزاد خیالی، فحاشی کی آزادی، ہم جنس پرستی اور ذہنی آوارگی عام کرنا۔ عالمی سطح پر جنسی کاروبار کو فروغ دینا۔

۲۔ انسانی حقوق اور ثقافتی نظریات کی آڑ میں دینی معاشرتی اقدار کو تباہ کرنا، پردے کا خاتمہ، شراب خانے اور بے راہ روی کے مراکز کھولنا۔

۳۔ صحافت اور میڈیا کو وسیع تر کلچرل ایجنڈے پر عمل درآمد کے لیے استعمال کرنا۔[۱۹]

مذکورہ بالا مختلف شعبہ جات میں فری میسنری کا سرگرم ہونا ان کے مضبوط اور فعال ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ تاہم فری میسنری کی ایک گھناؤنی تاریخ، پُراسرار ماضی اور خفیہ سیاسی کردار تھا۔ جو اس کے قدیم اور حساس ریکارڈ کی صورت میں نہایت بااثر ہاتھوں میں محفوظ ہے۔ دنیا کی تمام گرینڈ لاجوں کی کاروائیاں ان کے اجلاسوں کی روداد پالیسی بیانات ان کے پیچھے کام کرنے والے خفیہ ہاتھ پردے کے پیچھے چھپے

ہیں۔ شاید یہ سب کچھ پردے میں ہی گزشتہ تین سو سالوں میں رونما ہونے والے اہم واقعات جن کا اسلامی مملکتوں کی محکومیت اور زوال سے گہرا تعلق ہے ان کی اصل تاریخ وہ نہ ہو جو ہمیں معلوم ہے۔

الغرض ریاست عثمانیہ کے زوال کا سب سے عظیم سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامات سے روگردانی تھی جس کی وجہ سے بشری کمزوریاں غالب آگئیں اور مغربی استعماری طاقتیں ان پر مسلط ہو گئیں بلکہ خود ہی سلاطین عثمانی نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا جو کہ رفتہ رفتہ سلطنت کو دیمک کی طرح کھا گئیں۔ سلاطین عثمانی جس فہم و فراست اور دانش مندی سے سلطنت کی کشتی کو اُوج ثریا تک لے کر پہنچے تھے۔ دھیرے دھیرے وہ شخصی اور سیاسی فہم و بصیرت معاندانہ سیاسی رویوں اور سازشوں کے آگے ریزہ ریزہ ہو گئے۔ کیونکہ تاریخ عثمانی کو یہود و نصاریٰ اور سیکولر ذہنیتوں کی طرف سے تشویر و تزویر اور تشکیک کے حملوں کا سامنا کرنا پڑا تو یورپی طاقتوں نے بھی خلافت اسلامیہ کے مخالفانہ نقطہ نظر کی سرپرستی کی۔ جس کی واضح صورت ماسونی مجالس کا لیڈروں کے ذہنوں پر کنٹرول تھا کہ ان کے ذریعے اسلامی معاشروں میں نیشنلزم کی سوچ کو عام کیا جائے۔ سلاطین عثمانیہ نے اس فکر اور سازشی عزائم کے خلاف کاوشیں کیں تاکہ سلطنت کی سرحدوں میں استعماری طاقتوں کا تسلط عام ہونے سے روکا جائے سلطان عبدالحمید کی ہر ممکن کوشش جوانمردی اور فہم و فراست، تھیوڈر ہرتزل کے لیے آہنی دیوار بنی رہی۔ تمام ترلالچی عزائم اور مراعات کے ذریعے سلطنت پر قابض ہونے کی صہیونی سوچوں کو مردِ مجاہد نے ریت کا ڈھیر بنادیا مگر جب جسم کو اندرونی اعضاء کے ساتھ نقب لگائی جاتی ہے تو پھر بالآخر بیرونی جسمانی طاقت بھی اندرونی حملوں کے آگے بے بس ہو جاتی ہے۔ عالمی صہیونی سوچ نے سلطنت عثمانیہ کے سقوط کے لیے ہمہ تن جدوجہد جاری رکھی جس کی وجہ سے سلطنت کا عروج سے زوال تک کے عرصے میں عالمی صہیونی طاقتیں جغرافیائی طور پر سلطنت کا حصہ رہیں اور سلطان کے خلاف لوگوں میں نفرت آمیز رویے کو مختلف طرق سے پروان چڑھاتی رہیں اور بالآخر سلطنت کی جغرافیائی، معاشی اور اقتصادی مسائل پر اتحادی طاقتیں قابض ہو گئیں۔ سقوطِ سلطنت کے اسباب ہر لحاظ سے بے حد ہیں مگر ان تمام کا جامع سبب اللہ تعالیٰ کے قانون کی حاکمیت سے دوری تھی۔ جس نے افراد اور امت کو دنیا میں زوال و انحطاط سے دوچار کیا۔ اس روش کے اثرات دینی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی ہر سطح پر بڑی شدت کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور یوں یہودی عزائم اور کردار سقوطِ سلطنت عثمانیہ کے لیے کلیدی طور پر منشائے شہود پر متمکن ہوئے اور یوں خلافت عثمانیہ کا سورج غروب ہو گیا۔

حوالہ جات

1۔ دھیش، عبداللطیف، قیام الدولۃ العثمانیہ: ۲۶، مکۃ المکرمہ: مکتبہ الفقۃ الحدیثہ، ۱۹۹۵ء

2۔ حسون، علی، الدکتور، تاریخ الدولۃ العثمانیہ: ۲۴-۲۵، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۹۴ء

3. Ernle, Bradford, The Sultan Admiral:154-155, New York: Harcourt Brace & World, Inc, 1968

4۔ خانم، خالدہ، ادیب، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش: ۳۵، دہلی: جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۱۹۳۵ء

5۔ حسون، علی، الدکتور، تاریخ الدولۃ العثمانیہ: ۲۴۱، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۹۴ء

6۔ نعیمی، احمد النوری، الدکتور، الیھود العثمانیہ: ۷۳، الاردن: دار البشیر، ۱۹۹۷ء

7۔ قطب، محمد علی، یہود الدونمہ: ۴، بیروت: مکتبۃ العابدین، س ن

۸۔ الصلابی، محمد محمد، الدکتور، الدولۃ العثمانیہ عوامل النھوض واسباب السقوط: ۴۴۱، بیروت: دار التوزیع والنشر والاسلامیہ، ۲۰۰۱ء

۹۔ قطب، محمد علی، یہود الدونمہ: ۷۳، بیروت: مکتبۃ العابدین، س ن

10. Raphael Patai, Encyclopedia of Zionism and Israel:2/265, New York: Herzel Press, 1971

11۔ نعیمی، احمد النوری، الدکتور، الیھود العثمانیہ: ۱۴۲، الاردن: دار البشیر، ۱۹۹۷ء

12۔ حرب، محمد، السلطان عبد الحمید: ۲۳۴، دمشق: دار القلم، ۱۹۹۰ء

13۔ حرب، محمد، العثمانیوں فی التاریخ الحضارۃ: ۱۱۹، دمشق: دار القلم، ۱۹۸۹ء

۱۴۔ المیدانی، حبنکۃ، حسن عبد الحق، مکاید یھودیۃ عبر التاریخ: ۲۷۹، دمشق: دار القلم

15۔ الصلابی، محمد محمد، الدکتور، الدولۃ العثمانیہ عوامل النھوض واسباب السقوط: ۴۶۴، بیروت: دار التوزیع والنشر والاسلامیہ، ۲۰۰۱ء

16۔ احمد، بشیر، فری میسنری اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم: ۹، راول پنڈی: اسلامک سٹڈی فورم، ۲۰۰۱ء

17۔ احمد، بشیر، فری میسنری اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم: ۲۹۵، راول پنڈی: اسلامک سٹڈی فورم، ۲۰۰۱ء

18۔ احمد، بشیر، فری میسنری اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم: ۲۹۶، راول پنڈی: اسلامک سٹڈی فورم، ۲۰۰۱ء

19۔ احمد، بشیر، فری میسنری اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم: ۲۹۷، راول پنڈی: اسلامک سٹڈی فورم، ۲۰۰۱ء

References

1. Dacesh, Abdul Latif, Qiyam Al Dolat ul Usmania:26, Makkah tul Mukarmah: Published Al Fiqh ul Hadith, 1995
2. Hasson, Ali, Dr, Tareekh, Al Dolat ul Usmania: 24-25, Beroat: Al Maktab ul Islami, 1993
3. Ernle, Bradford, The Sultan Admiral:154-155, New York: Harcourt Brace & World, Inc, 1968
4. Khanam, Khalida, Adeeb, Turkey Ma Mashrik wa Maghrib ki Kashmakash:35, Dehli: Jamia Millia Islamia, 1935
5. Hasson, Ali, Dr, Tareekh, Al Dolat ul Usmania: 241, Beroat: Al Maktab ul Islami, 1993
6. Naeemi, Ahmad Al Noori, Dr, Al Yahood Al Usmania:370, Jordan: Dar ul Bashir, 1997
7. Qutab, Muhammad Ali, Yahood Al Doonamah:4, Beroat: Maktab ul Abeedeen
8. Al-Salabi, Muhammad Muhammad, Dr, Al Dolatul Usmania Awamil ul Nahooz wa Isbaab ul Saqoot:441, Beroat: Dar ul Tozee wal Nasar wal Islamia, 2001
9. Qutab, Muhammad Ali, Yahood Al Doonamah:37, Beroat: Maktab ul Abeedeen
10. Raphael Patai, Encyclopedia of Zionism and Israel:2/265, New York: Herzel Press, 1971
11. Naeemi, Ahmad Al Noori, Dr, Al Yahood Al Usmania:142, Jordan: Dar ul Bashir, 1997
12. Harb, Muhammad, Al Sultan Abdul Hameed:234, Demuscuss: Drul ul Qalam, 1990
13. Harb, Muhammad, Al Usman e Yoon Fil Tareekh:119, Demuscus: Dar ul Qalam, 1989
14. Al Madaani, Habunka, Hassan Abdul Haq, Maqayeed Yahoodiyah Ebr ul Tareekh:279, Demuscuss: Dar ul Qalam
15. Al-Salabi, Muhammad Muhammad, Dr, Al Dolatul Usmania Awamil ul Nahooz wa Isbaab ul Saqoot:464, Beroat: Dar ul Tozee wal Nasar wal Islamia, 2001
16. Ahmad, Bashir, Freemesonary Islam Dushman Khoofia Yahoodi Tanzeem:90, Rawalpindi: Islamic Foram, 2001

17. Ahmad, Bashir, Freemesonary Islam Dushman Khoofia Yahoodi Tanzeem:295, Rawalpindi: Islamic Foram, 2001
18. Ahmad, Bashir, Freemesonary Islam Dushman Khoofia Yahoodi Tanzeem:296, Rawalpindi: Islamic Foram, 2001
19. Ahmad, Bashir, Freemesonary Islam Dushman Khoofia Yahoodi Tanzeem:297, Rawalpindi: Islamic Foram, 2001

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.